www.KitaboSunnat.com

تحقیق و تنقید

مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد
دار الافتاء، جامعہ مدنیہ، لاہور

توہینِ رسالت کا مسئلہ اور عمار خان ناصر

محدث کا گذشتہ شمارہ مسئلہ توہینِ رسالت کے بارے میں حنفیہ کے موقف کی وضاحت پر مشتمل تھا، جس میں علمائے احناف کے موقف کا دفاع اُن کے نامور علما و فقہا کی تحریروں کی مدد سے کیا گیا تھا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ شاتم رسول کی سزائے قتل ہونے میں حنفیہ کا موقف بھی اُمتِ اسلامیہ کے ساتھ ہی ہے جیسا کہ اجماع کی متعدد تصریحات سے یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ آج بعض لوگ حنفیہ کو بلاوجہ ملتِ اسلامیہ سے اس مسئلہ میں علیحدہ باور کرا کے توہین رسالت کی شرعی سزا میں گنجائشیں اور شکوک پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اس ناروا کوشش سے پاکستان سمیت دنیا بھر میں توہین رسالت کی بدترین کوششوں کو مزید تقویت حاصل ہوگی۔ شمارہ سابقہ میں راقم کے علاوہ حنفی بریلوی مکتبِ فکر کے نامور عالم مفتی محمد خاں قادری کے ادارے کے مہتمم علامہ خلیل الرحمٰن قادری نے بھی احناف کے اسی موقف کی مفصل وضاحت کی تھی۔ یوں تو مزید تحقیق کی ضرورت نہ تھی کیونکہ بعض چیزوں میں تکرار کا بھی اندیشہ ہے، تاہم علمائے احناف دیوبندیہ کا اپنا موقف مفصل طور پر شائع نہ ہوا تھا۔ اس بنا پر ذیل میں ہم لاہور کے موقر ادارے جامعہ مدنیہ کے مفتی ڈاکٹر عبدالواحد ﷾ کا مضمون شائع کر رہے ہیں تاکہ مسئلہ توہین رسالت کے بارے میں علمائے احناف کا براہِ راست موقف بھی سامنے آجائے۔ مفتی صاحب نے اس موقف میں حنفی موقف کی تفصیل کے ساتھ اس کی توجیہ کرنے کی بھی جابجا سعی فرمائی ہے اور مدیر ماہنامہ 'الشریعہ' جناب عمار خاں ناصر کی تردید و تغلیط کرتے ہوئے اسی موقف کو پوری قوت سے پیش کیا ہے کہ ''علمائے دیوبند احناف کے نزدیک بھی شاتم رسول کی سزا قتل ہی ہے اور اگر شاتم ذمی ہو تو اس کی تعزیر میں بھی اصل سزائے قتل ہی ہے، جبکہ حنفیہ کے موقف میں شاتم رسول کے لئے کوئی نرمی اور گنجائش نہیں پائی جاتی۔'' مفتی موصوف کے بعض استدلالات سے جزوی اختلاف کا حق محفوظ رکھتے ہوئے، یہ محققانہ تحریر ہدیۂ قارئین ہے۔ تحریر کی طوالت کی بنا پر بعض مقامات کو حذف اور بعض کی ضروری ترتیب بندی کی گئی ہے۔ (حافظ حسن مدنی)

حدود و قصاص اور جہاد کے بعد عمار خان صاحب نے توہین رسالت کے موضوع پر 'توہین رسالت کا مسئلہ' کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ ذمی یعنی مسلمان ملک کا کافر شہری اگر توہین رسالت کا ارتکاب کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ عمار خان صاحب نے اسی سے متعلق یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب لکھی ہے۔ اگر کوئی مسلمان توہین رسالت کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس سوال سے متعلق اُنہوں نے اس کتاب میں کوئی بحث نہیں کی۔

عمار خان صاحب کے بارے میں ہمیں یہ تجربہ ہوا کہ ان کے اور ہمارے درمیان کوئی ایسی قدرِ مشترک نہیں ہے جس کی بنیاد پر فریقین کی بات کو ناپا تولا جاسکے۔ اس لیے اس کتاب کو دیکھ کر رکھ دیا تھا کہ اس پر تبصرہ کرنے کا فائدہ نہیں۔ البتہ یہ خیال بھی تھا کہ اگر عمار خان صاحب اس تبصرہ سے فائدہ نہ اُٹھائیں تو وہ جائیں دوسرے لوگوں کو تو کچھ نہ کچھ فائدہ ہو گا۔ اتنے میں مولانا سرفراز خان صفدر کے خاندان کے ایک فرد مولانا سرفراز حسن حمزہ کی جانب سے ماہنامہ 'صفدر' کا ایک شمارہ ملا اور ساتھ ہی ان کا یہ مطالبہ بھی کہ عمار خان صاحب کی کتاب پر کچھ لکھ دو۔ ان کی تحریر اور مطالبے نے تحریک پیدا کی اور یوں بنام خدا ایک مضمون تیار ہو گیا۔

اس مضمون و تبصرے سے غرض کسی خاص واقعہ یا مقدمہ سے متعلق کچھ لکھنا نہیں ہے بلکہ غرض صرف اتنی ہے کہ عمار خان صاحب نے اپنی کتاب کے ذریعہ سے جو مغالطے دیئے کی اور اُمت میں انتشار پھیلانے کی کوشش کی ہے، اس کا توڑ ہو سکے اور لوگ ان کے مغالطوں کی حقیقت کو سمجھ سکیں۔

عمار خان ناصر کے دو مقاصد

عمار خان صاحب اپنی تازہ تحقیق کے دو مقاصد قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جہاں تک ریاست کی سطح پر قانون سازی کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ قانون ساز ادارے کسی ایک فقہی مکتب فکر کی آرا کے پابند نہیں ہیں، ایک اجتہادی مسئلے میں اُنہیں پورا حق حاصل ہے کہ وہ دین و شریعت کی جس تعبیر کو زیادہ درست سمجھیں اس پر قانون سازی کی بنیاد رکھیں لیکن اس کی وجہ سے نہ تو علمی دائرے میں بحث و مباحثہ پر کوئی قدغن عائد کی جاسکتی ہے اور نہ اس امکان کا دروازہ بند کیا جاسکتا ہے کہ اگر غور و فکر اور بحث و مباحثہ کے نتیجے میں قانون ساز ادارے کسی دوسری تعبیر کی صحت پر مطمئن ہو جائیں تو پھر وہ اسے قانون کا درجہ دے دیں۔ چنانچہ ۱۹۸۶ء میں پارلیمنٹ نے توہین رسالت سے متعلق قانون سازی کرتے ہوئے سزائے موت کے علاوہ عمر قید کی متبادل سزا کی گنجائش بھی رکھی تھی۔ اس کے بعد ۱۹۹۰ء

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یہ مسئلہ وفاقی شرعی عدالت میں زیر بحث آیا تو عدالت نے مخالف نقطہ نظر کو راجح قرار دیتے ہوئے یہ فیصلہ دیا کہ اس جرم پر سزائے موت ہی واحد سزا ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اگر یہ مسئلہ آئندہ کسی موقع پر عدالت یا پارلیمنٹ میں دوبارہ زیر بحث آتا ہے تو اس کا پورا امکان ہے کہ سزائے موت کے ساتھ ساتھ متبادل اور کمتر سزاؤں کی گنجائش کو دوبارہ کتابِ قانون میں شامل کر لیا جائے۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ

① جو مسئلہ فقہی روایت میں ایک اختلافی اور اجتہادی مسئلہ کے طور پر معروف چلا آرہا ہے، اسے متفقہ اور اجماعی مسئلے کے طور پر پیش کرنا اور اس حوالے سے آزادانہ بحث و مباحثہ کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرنا علمی و اخلاقی بددیانتی کے زمرے میں آتا ہے۔

② اسی طرح نبی ﷺ کی ذاتِ گرامی کے حوالے سے توہین و تنقیص کے واقعات پر ردِّ عمل ظاہر کرنے اور خاص طور پر قانونی سطح پر کوئی اقدام کرتے ہوئے ان بہت سے حکیمانہ پہلوؤں کا لحاظ بھی بہت ضروری ہے جن کا ثبوت خود نبی ﷺ کے اُسوہ حسنہ اور صحابہ کرام کے طرزِ عمل میں ملتا ہے۔ ان تمام پہلوؤں کو نظر انداز کر کے اگر اس معاملے میں محض جذباتی انداز اختیار کر لیا جائے یا اس ضمن میں اسلامی قانون کی ایسی تعبیر پر اصرار کیا جائے جس کے نتیجے میں ان تمام حکمتوں اور مصلحتوں کو یکسر قربان کر دینا پڑے جن کی رعایت خود نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ نے کی، تو یقینی طور پر اس رویے کو کوئی متوازن اور دین و شریعت کی ہدایات کی درست ترجمانی کرنے والا رویہ نہیں کہا جاسکتا۔''[1]

ہم کہتے ہیں کہ عمار خان صاحب کا معاملہ عجیب ہے۔ جو پالیسی اُنہوں نے اختیار کی ہے اس میں کہیں تو وہ تمام فقہا کو ایک طرف کر کے اور اجماع کے وجود کا انکار کر کے اپنا اجتہاد پیش کرتے ہیں اور صرف اُسی میں ان کو حکمتیں اور مصلحتیں نظر آتی ہیں اور کہیں وہ کسی فقیہ کی بات پر ایسے ریجھتے ہیں کہ گویا اُن کی تقلید ہی کر رہے ہوں۔ لیکن عمار خان کی خواہ یہ بات ہو یا وہ بات ہو، ان کا مقصد تو دراصل اُمت میں دین و علم کے نام پر انتشار پیدا کرنا اور ائمہ پر

1 توہین رسالت کا مسئلہ ص ۸۹،۹۰

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طعن کرنا ہے۔اس کی نقد مثال عمار خان کی مذکورہ عبارت ہے، جو دوبارہ ملاحظہ کریں:

"یا اس ضمن میں اسلامی قانون کی ایسی تعبیر پر (جیسے توہین رسالت کے مسئلے میں ائمہ ثلاثہ کے قول پر) اصرار کیا جائے جس کے نتیجے میں ان تمام حکمتوں اور مصلحتوں کو یکسر قربان کر دینا پڑے جن کی رعایت خود نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ نے کی (لیکن ان ائمہ نے نہیں کی) تو یقینی طور سے اس رویے کو (یعنی ائمہ ثلاثہ کے قول کو حکم و قانون بنانے پر اصرار کرنا) کوئی متوازن اور دین و شریعت کی ہدایات کی درست ترجمانی کرنے والا رویہ نہیں کہا جا سکتا۔"[1]

ائمہ ثلاثہ پر عمار صاحب کے انتہائی گمراہ کن دو الزام: دیکھئے عمار صاحب یہاں انتہائی خطرناک اور گمراہ کن باتیں کہہ گئے ہیں۔ان کی وضاحت ہم ذیل میں کرتے ہیں:

① اُنہوں نے ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ پر الزام لگایا کہ نبی ﷺ نے اور آپ کے صحابہ نے تو جن حکمتوں اور مصلحتوں کی خود رعایت کی ہے، ان ائمہ نے ان کی رعایت نہیں کی۔

ہم کہتے ہیں جو شخص احکام کی حکمتوں اور مصلحتوں سے واقف نہ ہو یا حکم میں ان کی رعایت نہ کرتا ہو وہ مجتہد کیسے ہو سکتا ہے؟ کجا یہ کہ وہ نبی ﷺ کی رعایت کردہ حکمتوں کو بھی نہ سمجھ سکے۔

② عمار صاحب نے اس عبارت میں ائمہ ثلاثہ پر یہ الزام بھی لگایا کہ اُنہوں نے پہلے الزام کے نتیجے میں دین و شریعت کی ہدایات کی درست ترجمانی نہیں کی۔ اسی لیے ائمہ ثلاثہ کے قول کو قانون بنانے اور پھر باقی رکھنے کا رویہ یقینی طور سے دین و شریعت کی ہدایات کی درست ترجمانی کرنے والا رویہ نہیں کہا جا سکتا۔

یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے!

ہم کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کے نزدیک حق اگرچہ ایک ہے لیکن عمل سب کا مقبول ہے۔ علاوہ ازیں اجتہادی مسائل میں ہر مجتہد کا قول صواب، محتمل خطا ہوتا ہے اور ان میں سے کسی کے قول کو یقینی طور پر درست یا خطا نہیں کہا جا سکتا۔

1 توہین رسالت کا مسئلہ ص ۸۹،۹۰

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمار خان صاحب نے اوپر کی عبارت میں اپنی تحریر کے دو مقصد بتائے ہیں۔ آگے ہم ان کے دونوں مقصدوں پر علیحدہ علیحدہ کلام کرتے ہیں۔

عمار خان صاحب کا پہلا مقصد

عمار صاحب کا یہ اقتباس ہم پیچھے ذکر کر چکے ہیں کہ

"جو مسئلہ فقہی روایت میں ایک اختلافی اور اجتہادی مسئلہ کے طور پر معروف چلا آ رہا ہے، اسے متفقہ اور اجماعی مسئلے کے طور پر پیش کرنا اور اس حوالے سے آزادانہ بحث و مباحثہ کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرنا علمی و اخلاقی بددیانتی کے زمرے میں آتا ہے۔"

عمار خان صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ذمی اگر توہین رسالت کرے تو اس کے حکم میں اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ اس کی سزائے موت کو حد کہتے ہیں جب کہ امام ابو حنیفہ اس کو تعزیر کے تحت لاتے ہیں اور تعزیر میں قتل متعین نہیں ہے۔ قانون بنانے کے وقت میں بھی اور قانون میں ترمیم پر غور کرنے کے وقت میں بھی یہی کہے جانا کہ ذمی توہین رسالت کرے تو اس کی سزائے موت پر سب کا اتفاق و اجماع ہے علمی و اخلاقی بددیانتی ہے اور اس سے آزادانہ غور و فکر اور بحث و مباحثہ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

تبصرہ: عمار خان صاحب نے واضح نہیں کیا کہ وہ کون لوگ ہیں جو ایک اختلافی مسئلے کو اجماعی اور متفقہ بتا رہے ہیں۔ جو لوگ اجماع کے قائل ہیں وہ بعض اوقات ائمہ اربعہ کے یا چاروں فقہی مذاہب کے اتفاق کو بھی مجازاً اجماع کہہ دیتے ہیں اور یہ کوئی غلط بات بھی نہیں ہے۔

علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں:

وقال الإمام السبكي أيضًا ماحاصله لا أعلم خلافًا بين القائلين بقتله من المذاهب الثلاثة المالكية والشافعية والحنابلة في أنه لا تصح توبته مع بقائه علىٰ الكفر[1]

"امام سبکی نے جو کلام کیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ تین مذاہب والے یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ جو کہ نبی ﷺ پر سب و شتم کرنے والے ذمی کے قتل کے قائل

1 رسائل ابن عابدین: ۱/ ۳۵۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، ان کا اس بارے میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ اس ذمی کی کفر پر رہتے ہوئے توبہ قبول نہیں ہے۔"

[اس کے بعد علامہ ابن عابدین نے ائمہ مجتہدین کے براہِ راست اقوال بھی ذکر کئے ہیں اور ائمہ ثلاثہ کے یہ اقوال عمار صاحب کی پیش نظر کتاب کے صفحہ ۲۵ پر بھی ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔]

حنفیہ کا اجمالی موقف

① حكي عن أبي حنيفة رحمه الله قال: لا يقتل الذمي بشتم النبي ﷺ لأن ما هم عليه من الشرك أعظم[1]

"امام ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ ذمی کو نبی ﷺ پر سب و شتم کرنے سے (حد کے طور پر) قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ جس کفر و شرک میں مبتلا ہے وہ اس برائی سے زیادہ بڑی برائی ہے۔"

② قاضی عیاض اس پر یہ اضافہ کرتے ہیں: ولكن يؤدب ويعزر

"البتہ اس کو تعزیر کی جائے گی۔"

③ علامہ خیر الدین رملی لکھتے ہیں:

وهو يدل على جواز قتله زجرًا لغيره إذ يجوز الترقي في التعزير إلى القتل إذا عظم موجبه[2]

"تعزیر کئے جانے کا قول مجرم کے قتل کے جواز پر دلالت کرتا ہے تاکہ دوسروں کو زجر ہو کیونکہ جب کسی کا جرم بڑا ہو تو تعزیر میں قتل بھی شامل ہو جاتا ہے۔"

ابن کمال پاشا نے لکھا:

والحق أنه يقتل عندنا إذا أعلن بشتمه عليه الصلاة والسلام صرح به سير الذخيرة حيث قال: واستدل محمد لبيان قتل المرأة إذا أعلنت بشتم الرسول بما روي...

حق یہ ہے کہ جب ذمی نبی ﷺ پر اعلانیہ سبّ و شتم کرے تو ہمارے نزدیک اس کو قتل کیا جائے گا۔ ذخیرہ کی کتاب السیر میں اس طرح سے اس کی تصریح کرکے بتایا

---

۱ رسائل ابن عابدین: ۱/ ۳۵۲

۲ ایضاً: ۱/ ۳۵۳

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ امام محمد نے اس بات پر کہ جب ذمی عورت نبی ﷺ پر اعلانیہ سب وشتم کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا اس روایت سے استدلال کیا..."

الغرض مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایسے ذمی کو قتل کیا جائے گا الا یہ کہ وہ مسلمان ہو جائے جبکہ حنفیہ کے نزدیک اسکو تعزیر کی جائے گی اور وہ تعزیر قتل بھی ہو سکتی ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ تعزیر کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اسے حاکم کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ موقع و مقام کی مناسبت سے سزا سنائے لیکن یہ طریقہ آج کل متروک ہے۔ اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قانون ساز ادارے قانون سازی کر کے تعزیر کی کوئی خاص صورت مثلاً قتل کو متعین کر دیں اور اس کو قانون بنا دیں۔ موجودہ دور میں یہ دوسرا طریقہ رائج ہے اور حاکم کی طرف براہِ راست مقدمات نہیں جاتے، جیسا کہ سلطنتِ عثمانیہ کے دور میں یہ قانون جاری ہوا تھا:

ثم رأيت في معروضات المفتي أبي السعود أنه ورد أمر سلطاني بالعمل بقول أئمتنا القائلين بقتله إذا ظهر أنه معتاده

"مفتی ابو سعود کی معروضات میں ہے کہ سلطانی حکم جاری کیا گیا کہ ہمارے وہ ائمہ جو ذمی کے قتل کے قائل ہیں جبکہ وہ عادی ہو جائے انکے قول پر عمل کیا جائے۔"

چنانچہ عمار صاحب کا قول کہ اختلافی مسئلہ کو متفقہ واجماعی کہنا علمی واخلاقی بددیانتی ہے، اس موقع پر درست نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اجماع کے مجازی استعمال میں وسعت ہے۔ حنفیہ میں سے امام محمد کے نزدیک ذمی اگر توہین رسالت اعلانیہ کرے تو پہلی ہی دفعہ میں اس کی سزا موت ہے۔ اس قول کے بعد یہ چاروں مذاہب کے ائمہ کا قول ہوا۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہوتا اور ائمہ ثلاثہ کے قول پر ہی سزائے قتل کو متعین کر دیا جائے اور قانون بنا دیا جائے تو اس وقت کہا جا سکتا ہے کہ اب چاروں مذاہب والوں کا اس سزا پر اتفاق و اجماع ہے۔ اس کو عمار خان صاحب یہ کہیں کہ "اسے متفقہ اور اجماعی مسئلے کے طور پر پیش کرنا اور اس حوالے سے آزادانہ بحث و مباحثہ کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرنا علمی و اخلاقی بددیانتی کے زمرے میں آتا ہے۔" خود دیانت و اخلاق اور انتظامِ مملکت کے خلاف ہے جس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① قانون ساز ادارے اور وفاقی شرعی عدالت نے حنفیہ کے قول کو چھوڑ کر ذمی میں دیگر تین ائمہ کے قول کو لیا اور اس کے موافق قانون بنا دیا جب کہ خود عمار خان صاحب لکھتے ہیں کہ قانون ساز ادارے کسی ایک فقہی مکتب فکر کے پابند نہیں ہیں... اور وہ دین وشریعت کی جس تعبیر کو زیادہ درست سمجھیں، اس پر قانون سازی کی بنیاد رکھیں۔ اس کے باوجود عمار خان پارلیمنٹ اور وفاقی شرعی عدالت کے بارے میں یہ خیال کریں کہ بعض لوگوں کے اس دعوے پر کہ ”توہین رسالت کرنے والا مسلمان ہو یا کافر دونوں کی سزائے موت پر اجماع و اتفاق ہے۔“ وہ دونوں ادارے بہک گئے اور ذمی کے بارے میں حنفیہ کے موقف کو نظر انداز کر گئے، معقول بات نہیں ہے۔

② عمار خان لکھتے ہیں: ”نویں صدی عیسوی کی چھٹی دہائی میں اندلس میں مسیحی راہنما سینٹ یولو جیس کی تحریک پر اسلام اور نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کر کے شہادت کا مرتبہ پانے کی ایک باقاعدہ تحریک چلائی گئی تھی جس میں پچاس کے قریب مسیحیوں نے مختلف اوقات میں اس جرم کی پاداش میں سزائے موت پائی۔ اس تحریک اور اس میں قتل کئے جانے والے مسیحیوں کی پوری داستان خود سینٹ یولو جیس کے قلم سے تاریخ میں محفوظ ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف عام مسلمانوں نے ابتداءً اس طرح کے واقعات کو نظر انداز کیا بلکہ مالکی قاضیوں نے بھی بعض مجرموں کو موت دینے سے گریز کرتے ہوئے اپنی روش سے باز آنے کا موقع دیا۔ لیکن پھر ان کی ہٹ دھرمی اور ضد کو دیکھتے ہوئے انہیں سزائے موت دے دی۔“[1]

عمار خان صاحب خود غور کریں کہ ان کے ذکر کردہ واقعہ میں عیسائیوں کی ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے گستاخی کرنے والوں کو موت کی سزا دی گئی۔ سزائے موت کے باوجود ان کی ہٹ دھرمی اس وقت رکی جب ان کے پچاس آدمی مارے گئے۔ اگر ان کو سزائے موت سے کمتر سزا دی جاتی تو شاید پانچ سو سے بھی زیادہ آدمی توہین رسالت پر جری ہو جاتے۔

کیا ہمارے ملک کے حالات اس کا تقاضا نہیں کرتے جب کہ عیسائی طاقتیں توہین کرنے والوں کی اعلانیہ پشت پناہی کر رہی ہیں، اگر قانون میں نرمی ہو گی تو ان طاقتوں کی شہ پر ذمی

1 توہین رسالت کا مسئلہ: ص ۲۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توہین رسالت پر جرات کریں گے۔

③ توہین رسالت پر سزا کا قانون بنانے کا ہمیں حق حاصل ہے۔ اور وہ قانون بن چکا ہے لیکن ہمارے ملک کے بے دین طبقے کو اور عیسائی حکومتوں کو یہ قانون پسند نہیں ہے۔ امریکہ اور یورپ کی عیسائی حکومتوں کا ہمارے ملک کی حکومتوں پر مسلسل دباؤ ہے اور اس کے لیے وہ میڈیا پر بے تحاشہ خرچ کر رہی ہیں کہ اس قانون کو ختم کیا جائے تاکہ عیسائی اور قادیانی اور دیگر گمراہ لوگ اس قانون کی پکڑ سے آزاد ہو کر جیسی چاہیں گستاخی کریں اور یا تو بالکل سزا نہ پائیں یا محض خانہ پری کر دی جائے۔ اسی طرح ہمارا دین بیزار اور حکمران طبقہ اس قانون کو برا کہے تو اس کو بھی کچھ نہ کہا جائے۔ ان حالات میں ملک کے عوام و علما اگر ذمی کی سزائے موت کو ضروری سمجھیں تو عمار خان صاحب کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اُمت کے اندر انتشار پیدا کریں اور لوگوں کو یہ باور کرائیں کہ قانون سازی میں مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر غور نہیں کیا گیا۔ حکمتوں اور مصلحتوں پر غور نہیں کیا گیا اور حنفیہ کی رائے کو یکسر نظر انداز کیا گیا ہے لہٰذا قانون ساز ادارے دوبارہ غور و فکر کر کے توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کریں۔

احناف کا تفصیلی موقف: امام محمد کے علاوہ دیگر متقدمین کا موقف

◉ امام سبکی نے اپنی کتاب السیف المسلول میں ذکر کیا کہ

وحكى عن أبي حنيفة رحمه الله قال لا يقتل الذمي بشتم النبي ﷺ لأن ما هم عليه من الشرك أعظم و قال القاضي عياض... إلا أبا حنيفة والثوري وأتباعهما من أهل الكوفة فإنهم قالوا: لا يقتل لأن ما هو عليه من الشرك أعظم ولكن يؤدب و يعزر[1]

''روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ ذمی اگر توہین رسالت کرے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ جس کفر و شرک پر وہ قائم ہے، وہ اس سے بڑا جرم ہے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ ذمی اگر توہین رسالت کرے... تو ابو حنیفہ اور سفیان ثوری اور اہل کوفہ میں سے ان کے پیروکار اس بات کے قائل ہیں کہ ذمی کو قتل نہیں کیا

1 رسائل ابن عابدین: ۱/ ۳۵۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے گا کیونکہ جس کفر و شرک پر وہ قائم ہے، وہ اس سے بڑا جرم ہے البتہ اس کو تعزیر کی جائے گی۔"

◉ امام طحاوی فرماتے ہیں:

قال أصحابنا في من سب النبي ﷺ أو عابه... ولوكان ذميًا عُزر ولم يقتل[1]

"ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ جو ذمی توہین رسالت کرے، اسے تعزیر کی جائے گی البتہ قتل نہ کیا جائے گا۔"

◉ امام طحاوی مختصر الطحاوي میں لکھتے ہیں:

ومن كان ذلك منه من الكفار ذوى العهود... أمر أن لايعاوده فإن عاوده أدب عليه ولم يقتل[2]

"اگر توہین رسالت کرنے والا کافر ذمی ہو تو اس کو حکم کیا جائے گا کہ وہ آئندہ توہین کا اعادہ نہ کرے۔ اور اگر وہ اعادہ کرے تو اس کو تعزیر کی جائے گی اور اس کو قتل نہ کیا جائے گا۔"

ہم کہتے ہیں، یہاں دو احتمال ہیں:

① پہلا یہ کہ امام ابو حنیفہ کے قول لا يُقتل کا مطلب یہ ہو کہ لا يقتل حدًا یعنی حد کے طور پر قتل نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اس کو تعزیر کی جائے گی جس میں مجرم کی زیادہ سرکشی کی صورت میں قتل کی سزا بھی شامل ہے۔ اس صورت میں امام ابو حنیفہ اور امام محمد اور متاخرین کا تعزیر بالقتل پر اتفاق ہوا۔

② اگر امام ابو حنیفہ کی مراد یہ ہو کہ خواہ کتنی سرکشی ہو، ذمی کو تعزیر میں قتل نہ کیا جائے گا تو عمار صاحب بھی اس کے قائل نہیں اور امام صاحب سے بھی یہ بعید معلوم ہوتا ہے۔

امام محمد اور متاخرین حنفیہ کا قول

درِّ مختار کے باب الجزیہ میں ہے:

و يؤدب الذمى و يعاقب علىٰ سبه دين الإسلام أو القرآن أو

[1] توہین رسالت کا مسئلہ: ص ۵۵
[2] ایضاً: ص ۵۵

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النبي ﷺ حاوی وغیره. قال العینی و اختیاري في السب أن يقتل... وتبعه ابن الهمام. قلت و به أفتى شيخنا الخير الرملي وهو قول الشافعي ثم رأيت في معروضات المفتي أبي السعود أنه ورد أمر سلطاني بالعمل بقول أئمتنا القائلين بقتله إذا ظهر أنه معتاده وبه أفتى ثم افتى في بكر اليهودي قال لبشر النصراني: "نبيكم عيسى ولد زنا" بأنه يقتل لسبه للأنبياء عليهم الصلاة والسلام... قلت: و يؤيده أن ابن كمال باشا في أحاديثه الأربعينية... والحق أنه يقتل عندنا إذا أعلن بشتمه عليه الصلاة والسلام صرح به في سير الذخيرة حيث قال: و استدل محمد لبيان قتل المرأة إذا أعلنت بشتم الرسول ﷺ بما روى أن عمر بن عدي لما سمع عصماء بنت مروان تؤذي الرسول فقتلها ليلا مدحه علىٰ ذلك[1]

"اس ذمی کو تعزیر کی جائے گی جو دین اسلام کی یا قرآن کی یا نبی ﷺ کی توہین کرے، حاوی وغیرہ میں ایسے ہی منقول ہے۔ اسی بات کو ابن ہمام نے لیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسی کا فتویٰ ہمارے شیخ خیر رملی نے بھی دیا اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ پھر میں نے مفتی ابو سعود کی معروضات میں لکھا دیکھا کہ عثمانی سلطان کا حکم وارد ہوا ہے کہ ہمارے ان ائمہ کے قول پر عمل کیا جائے جو کہتے ہیں کہ ذمی کو سب وشتم کرنے کی عادت ہو جائے تو اس کو قتل کر دیا جائے اور اسی کا اُنہوں نے فتویٰ دیا۔ پھر یہ فتویٰ دیا کہ جو کوئی یہودی کسی عیسائی کو کہے کہ تمہارے نبی عیسیٰ ولد الزنا تھے تو چونکہ یہودی نے انبیا علیہم السلام کی توہین کی ہے لہٰذا اسے قتل کیا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اس بات کی تائید ابن کمال پاشا کی اس بات سے ہوتی ہے جو اُنہوں نے اپنی اربعین میں لکھی ہے۔ وہ یہ ہے: حق یہ ہے کہ ذمی جب نبی ﷺ کی توہین اعلانیہ کرے تو ہمارے نزدیک اس کو قتل کیا جائے گا۔ اس کی تصریح الذخیرۃ کے باب السیر میں ان الفاظ میں ہے: کوئی ذمی عورت جب نبی ﷺ کی علانیہ توہین کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا اس دلیل کی بنا پر کہ عمر بن عدی نے جب عصماء بنتِ مروان کو رسول اللہ ﷺ کی توہین کرتے سنا تو ایک رات اس کو قتل کر

1 رسائل ابن عابدین: ۱/ ۳۰۵،۳۰۶

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا۔ ان کے اس فعل پر رسول ﷺ نے ان کی تعریف کی۔"

اس عبارت میں صرف اس بات کا ذکر ہے کہ اگر کوئی رسول اللہ ﷺ کی علانیہ توہین کرے تو اس کی سزا قتل ہے اور یہ بات علامہ عینی، ابن ہمام، مفتی ابو سعود، شیخ خیر رملی، ابن کمال پاشا اور امام محمد رحمہم اللہ کی کہی ہوئی ہے۔ البتہ امر سلطانی میں علانیہ توہین کے بجائے عادت بن جانے کا ذکر ہے۔

اب یہاں ہم ان میں سے ہر ایک کی عبارت علیحدہ علیحدہ ذکر کرتے ہیں:

① امام محمد

استدل لبيان قتل المرأة إذا أعلن بشتم الرسول...

"عورت جب توہین رسالت اعلانیہ کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا..."

نوٹ: امام محمد متاخرین میں سے نہیں ہیں بلکہ کلاسیکی یعنی متقدمین فقہا میں سے ہیں۔

② علامہ عینی

قال الرملي عبارة العيني قال الشافعي ينتقض به لأنه ينقض بنقض الإيمان فالأمان أولىٰ وبه قال مالك و أحمد واختياري هٰذا. فقوله هذا إشارة إلىٰ النقض لا إلىٰ القتل ولايلزم من عدم النقض عدم القتل... إذ صرحوا قاطبة بأنه يعزر علىٰ ذلك ويؤدب وهو يدل على جواز قتله زجرًا لغيره إذ يجوز الترقي في التعزير إلىٰ القتل إذا عظم موجبه[1]

"علامہ رملی نے لکھا کہ علامہ عینی کی عبارت یہ ہے: "امام شافعی نے فرمایا کہ توہین نبی سے ذمہ ختم ہو جاتا ہے کیونکہ کوئی مسلمان کسی نبی کو سب و شتم کرے تو اس کا ایمان جاتا رہتا ہے پھر اگر کوئی ذمی ایسا کرے تو اس کو جو امان اور ذمہ حاصل ہے وہ بطریق اولیٰ جاتا رہے گا۔ یہی امام مالک اور امام احمد کا قول ہے اور میں بھی اسی کو یعنی ذمہ ختم ہونے کو اختیار کرتا ہوں۔" علامہ رملی کہتے ہیں... ذمہ نہ ٹوٹنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ قتل نہ ہو... کیونکہ تمام فقہا اس کی تصریح کرتے ہیں کہ ذمی کو توہین کرنے پر تعزیر کی جائے گی اور یہ بات اس پر دلیل ہے کہ دوسروں کو زجر کرنے کے لیے مجرم کو قتل کرنا جائز ہے کیونکہ جب جرم بڑا ہو تو تعزیر میں قتل بھی شامل

۱ البحر الرائق حاشیہ: ۵/ ۱۱۵

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتا ہے۔"

③ ابن ہمام

قال والذي عندي أن سبه عليه الصلاة والسلام أو نسبة مالا ينبغي إلىٰ الله تعالىٰ إن كان مما لايعتقدونه كنسبة الولد إلى الله تعالىٰ وتقدس عن ذلك إذا أظهره يقتل به وينتقض عهده و إن لم يظهره ولكن عثر عليه وهو يكتمه فلا وهذا لأنه الغاية في التمرد والاستخفاف بالإسلام والمسلمين فلا يكون جاريا علىٰ العقد الذي يدفع عنه القتل وهو أن يكون صاغرًا ذليلا إلىٰ أن قال وهذا البحث منا يوجب أنه إذا استعلى على المسلمين على وجه صار متمردًا عليهم يحل للإمام قتله أو يرجع إلى الذل و الصغار[1]

"ابن ہمام کہتے ہیں کہ میرے نزدیک ذمی کا نبی ﷺ کی توہین کرنا اور اس کا اللہ تعالیٰ کی طرف کسی ناروا بات کی نسبت کرنا مثلاً اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد ہونے کی نسبت کرنا جب وہ اس کو علانیہ کرے تو اس کی وجہ سے اس کو قتل کیا جائے گا اور اس کا ذمہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر وہ اس کو اعلانیہ نہ کرے بلکہ چھپا کر کرتا ہو لیکن مسلمانوں کو اس کی اطلاع ہو جائے تو (پہلی دفعہ میں) اس کو قتل نہ کیا جائے گا۔
یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ ذمی کا نبی ﷺ کو علانیہ سب و شتم کرنا تو سرکشی کا اور اسلام و مسلمین کی توہین کا انتہائی درجہ ہے لہٰذا یہ ذمی اس عہد پر جاری نہ رہے گا جو اس سے قتل کو دور رکھتا ہے اور وہ عہد اس بات کا ہے کہ وہ نیچا اور ذلیل بن کر رہے گا...... ہماری یہ بحث واجب کرتی ہے کہ جب ذمی مسلمانوں پر سرکشی دکھائے تو امام اس کو قتل کر سکتا ہے یا وہ دوبارہ پستی اور ذلت اختیار کر لے۔"

④ شیخ خیر الدین رملی

خیر رملی نے تعزیر کے طور پر قتل کرنے کا فتویٰ دیا جیسا کہ اوپر کی عبارت میں گذرا ہے۔

⑤ مفتی ابو سعود

ان کے دو فتوے ذکر ہوئے:

١ رد المحتار: ٣٠٥/٣

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أنه ورد أمر سلطاني بالعمل بقول أئمتنا القائلين بقتله إذا ظهر أنه معتاده و به أفتي.

ثم أفتي في بكر اليهودى قال لبشر النصراني "نبيكم عيسٰى ولد زنا" بأنه يقتل لسبه للأنبياء عليهم الصلاة والسلام

"ایک میں اُنہوں نے ذکر کیا کہ امر سلطانی جاری ہوا ہے کہ جب کسی ذمی کو سب و شتم کرنے کی عادت ہو جائے (جو کہ کم از کم دو دفعہ سے ثابت ہوتی ہے) تو اس کو ہمارے ان ائمہ کے مطابق جو قتل کرنے کو کہتے ہیں، قتل کیا جائے۔

دوسرا فتویٰ یہ ہے کہ یہودی اگر کسی عیسائی کو کہے کہ تمہارے نبی ولد زنا تھے تو انبیاء کی توہین کرنے کی وجہ سے یہودی کو قتل کیا جائے گا۔"

⑥ ابن کمال پاشا

والحق أنه يقتل عندنا إذا أعلن بشتمه عليه الصلاة والسلام

"حق یہ ہے کہ ذمی اگر توہین رسالت اعلانیہ کرے تو اس کو ہمارے نزدیک قتل کیا جائے گا۔"

مذکورہ بالا حوالوں سے معلوم ہوا کہ حنفیہ کے یہاں ذمی اگر توہین رسالت کرے تو راجح قول یہ ہے کہ اس کو تعزیر میں سزائے موت دی جائے گی اور اس کی شرط یہ ہے کہ ذمی نے یا تو ایک دفعہ اعلانیہ سب و شتم کیا ہو یا اگر چھپ کر کیا ہو لیکن مسلمانوں نے اس کو سن لیا ہو تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ وہ آئندہ نہ کرے لیکن اگر پھر ایسی بات پیش آئے تو اس وقت ذمی کو تعزیر میں قتل کیا جائے گا۔ ہمارے اس دعوے کی دلیل یہ ہے کہ

مذکورہ بالا تمام حوالوں میں ذمی کو قتل کرنے کی صرف ایک شرط مذکور ہے:

① عینی نے یہ ذکر کیا کہ جب سبب بڑا ہو تو زجر کے طور پر ذمی مجرم کو قتل کر سکتے ہیں۔

② ابن ہمام نے اظہار یعنی اعلانیہ سب و شتم کرنے کو شرط کہا۔

③ خیر رملی نے کوئی شرط ذکر نہیں کی سوائے اس کے کہ جرم بڑا ہو۔

④ ابو سعود نے سلطانی حکم نامہ میں صرف عادت ہونے کی یعنی تکرار کی شرط ذکر کی جب کہ دوسرے فتوے میں صرف اعلانیہ کا ذکر ہے۔

⑤ ابن کمال پاشا نے اعلانیہ کرنے کی شرط ذکر کی۔

⑥ امام طحاوی نے صرف اعادہ کا ذکر کیا ہے، اعلانیہ کا نہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑥ امام محمد نے بھی اعلانیہ کرنے کی شرط ذکر کی۔

مذکورہ حوالوں سے معلوم ہوا کہ تعزیر کے طور پر قتل کرنے کے لیے ذمی سے توہین رسالت صرف ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے یعنی یا تو اعلانیہ کی ہو یا خفیہ کی ہو تو ایک دفعہ کی تکرار کے ساتھ کی ہو۔

غلطی کہاں ہوئی اور ابن عابدین کو مغالطہ کیا لگا؟

یہ علامہ ابن تیمیہ ہیں جنہوں نے اپنی کتاب الصارم المسلول میں حنفیہ کا موقف بیان کرتے ہوئے اشارۃً دونوں شرطوں کو جمع کر دیا اور اُن سے ابن عابدین نے اس کو لے کر صراحت سے کئی جگہوں پر ذکر کیا جس سے عمار صاحب سمیت عام طور سے پڑھنے والے دونوں شرطوں کے مجموعہ کو حنفیہ کے نزدیک شرط سمجھنے لگے۔ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وأما أبو حنيفة وأصحابه فقالوا لاينتقض العهد بالسب ولا يقتل الذمي بذلك لكن يعزر علىٰ اظهار ذلك كما يعزر علىٰ إظهار المنكرات التي ليس لهم فعلها كإظهار أصواتهم بكتابهم ونحو ذلك... ومن أصولهم أن ما لا قتل فيه عندهم مثل القتل بالمثقل والجماع في غير القُبل إذا تكرّر فللإمام أن يقتل فاعله... و كان حاصله أن له أن يعزر بالقتل في الجرائم التى تعظمت بالتكرار وشرع القتل في جنسها ولهٰذا أفتى أكثرهم بقتل من أكثر من سب النبي ﷺ من أهل الذمة و أن أسلم بعد أخذه[1]

”امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ سب و شتم سے معاہدہ نہیں ٹوٹتا اور ایسا کرنے پر ذمی کو قتل نہ کیا جائے، البتہ اس کے اظہار (یعنی اعلانیہ کرنے) پر اس کو تعزیر کی جائے گی جیسا کہ دوسرے منکرات کے اظہار پر جن کو کرنے کی ذمی کو اجازت نہیں ہے جیسا کہ ذمیوں کی اپنی دینی کتاب کو آواز سے پڑھنا وغیرہ... اور حنفیہ کے اُصولوں میں سے ایک اصول و ضابطہ یہ ہے کہ جن جرائم پر قتل کی سزا نہیں ہے جیسے کسی بھاری چیز سے قتل کرنا یا لواطت کرنا جب مجرم ان جرائم کو بہ تکرار کرے تو امام اس کے مرتکب کو قتل کر سکتا ہے... اس ضابطہ کا حاصل یہ ہے

1 الصارم المسلول: ص ۱۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ جرائم جو تکرار سے بڑے بن جاتے ہیں اور جن کی جنس میں قتل کی سزا ہے تو ان کے مرتکب کو حاکم تعزیر میں قتل کر سکتا ہے۔ اسی وجہ سے بہت سے حنفیہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جو ذمی بار بار توہین رسالت کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا، اگرچہ پکڑے جانے کے بعد وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو جائے۔"

ابن تیمیہ نے ایک تو اظہار یعنی اعلانیہ سبّ و شتم کرنے کی شرط ذکر کی، اور دوسرے حنفیہ کا ایک اُصول ذکر کیا جس کی رو سے تعزیری قتل اس وقت آتا ہے جب تکرار کی وجہ سے جرم بڑا ہو جائے۔ ابن تیمیہ نے واضح طور پر دونوں شرطوں کو جمع نہیں کیا اور نہ ہی یہ بتایا کہ تکرار و اکثار میں دو مرتبہ بھی شامل ہے یا نہیں اور نہ ہی اس بارے میں حنفی فقہا کا کوئی حوالہ ایسا ذکر کیا جس سے معلوم ہوتا کہ سب النبی ﷺ میں حنفی فقہا نے دونوں شرطوں کو جمع کر کے حکم نکالا ہو، لیکن ابن عابدین نے غلطی کھاتے ہوئے ان کی بات سے یہی اخذ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

فلا ينبغي لمسلم التوقف في قتله وإن تاب لكن بشرط تكرر ذلك منه و تجاهره به كما علمته مما نقلنا عن الحافظ ابن تيمية عن أكثر الحنفية ومما نقلناه عن المفتي أبي السعود[1]

"ایسے شخص کو قتل کرنے کے بارے میں کسی مسلمان کے لائق نہیں کہ وہ توقف کرے لیکن شرط یہ ہے کہ اس نے یہ جرم بہ تکرار اور لوگوں کے سامنے اعلانیہ کیا ہو جیسا کہ ہم نے حافظ ابن تیمیہ کے حوالے سے اکثر احناف کا موقف اور اس کے علاوہ مفتی ابو سعود کا فتویٰ نقل کیا ہے (حالانکہ مفتی ابو سعود نے سلطانی حکم نامہ نقل کیا، اس میں تکرار کا ذکر ہے، اعلانیہ کا نہیں اور ان کے اپنے فتوے میں اعلانیہ کا ذکر ہے، تکرار کا نہیں)۔"

ابن عابدین کی اس بات کو فتح المبین کے مصنف مولانا محمد منصور علی مراد آبادی نے بھی لیا جیسا کہ اُنہوں نے اپنی کتاب میں ردّ المحتار کا حوالہ دیا ہے۔ عمار خان صاحب نے وہاں سے اس طرح نقل کیا:

"حدیث میں كانت تشتِم کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو مکرر سبّ و شتم واقع

1 رسائل ابن عابدین: ۱/۳۵۶

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو اور عادت ہو جائے تو اس کو قتل کرنا چاہیے... پس لفظِ حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تک مکرر نہ ہو تو قتل نہ کرنا چاہیے۔ سو امام صاحب بھی اس کے مخالف نہیں کہتے... معلوم ہوا کہ امام صاحب کا قول مطابق حدیث کے ہے اور حدیث میں عادت اور کثرت کی وجہ سے قتل ہے سو اس کا امام صاحب انکار نہیں کرتے۔ امام صاحب غیر معتاد (جس کی عادت نہ ہو) کے واسطے یہ حکم بیان کرتے ہیں کہ قتل نہ کیا جائے... چنانچہ ردّ المختار میں ہے کہ اُصول حنفیہ میں سے یہ امر ہے کہ جس چیز میں حنفیہ کے نزدیک قتل مقرر نہیں، جس وقت وہ فعل مکرر ہو پس چاہئے امام کو کہ اس کے کرنے والے کو قتل کرے۔"[1]

ابن تیمیہ کے کلام میں کچھ اور بھی دو فروگذاشتیں ہیں:

① ابن تیمیہ نے امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے بارے میں کہا کہ ان کے نزدیک سبّ و شتم کے اظہار و اعلان پر قتل سے خالی تعزیر ہے حالانکہ امام محمد کے بارے میں گزرا ہے کہ وہ ایک مرتبہ اعلانیہ سبّ و شتم کی صورت میں تعزیر یا لقتل کے قائل ہیں۔

② ابن تیمیہ نے لکھا کہ بہت سے حنفیہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جو ذمی بار بار توہین رسالت کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا، ابن تیمیہ نے اس کا کوئی حوالہ نقل نہیں کیا۔ ابن تیمیہ کے یہ الفاظ ہیں: من أكثر من سبّ النبي ﷺ یعنی جو سب و شتم بہت زیادہ کرے یا بہت مرتبہ کرے، ابن تیمیہ نے اس کا بھی حوالہ نہیں دیا۔

بہت مرتبہ یا بار بار کرنے سے کوئی خاص عدد مراد ہے یا نہیں؟ اگر کوئی خاص عدد مراد ہے تو وہ کونسا ہے؟ اور اگر کوئی خاص عدد مراد نہیں ہے تو پھر یہ کون طے کرے گا کہ اکثار پایا گیا یا نہیں؟ اگرچہ اس کو حاکم کی رائے پر چھوڑا جاتا ہے لیکن جب حاکم میں اس کو جانچنے کی صلاحیت نہ ہو یا وہ متعین قانون کی شکل میں اس کو نافذ کرے یا پارلیمنٹ قابل تعزیر توہین رسالت کی تعریف کرے اور قانون بنائے تو وہ کس عدد پر بنا کرے گی؟

عمار خان صاحب اس کا معیار تو یہ بتاتے ہیں:

"جب کہ مجرم سبّ و شتم کا اعلانیہ اظہار کرے اور اس کو ایک روش کے طور پر اختیار کرلے۔"

---

1 توہین رسالت کا مسئلہ: ص ۵۸، ۵۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن یہ معیار بھی مبہم ہے کیونکہ دو مرتبہ سے روش تو نہیں بنتی، اور دو سے اوپر جتنے بھی عدد ہیں وہ بلا مزاحم نہیں ہیں۔ کوئی تین مرتبہ سے روش کہے گا اور کوئی چھ مرتبہ پر بھی روش کے اطلاق سے پس وپیش کرے گا۔ عمار خان صاحب تو اس پر بھی خوش ہیں کہ قانون میں ابہام پیدا کر دیا جائے جس سے وہ بے اثر ہو کر رہ جائے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ کوئی ذمی از خود لوگوں کے سامنے اعلانیہ توہین رسالت کرے تو یہ ایک دفعہ کرنا ہی اس کی بڑی سرکشی ہے جس کی اجازت معاہدہ ذمہ میں ذمی کو حاصل نہیں۔ تمرّد وسرکشی کے لیے ایک دفعہ کی توہین رسالت کافی ہے، بار بار کرنے کی گنجائش کیوں رکھی جائے۔ اس صورت میں عادت ہونے یا بہ تکرار کرنے کا محل اعلانیہ توہین نہیں بلکہ خفیہ توہین ہے لیکن انتظام میں کچھ کوتاہی کی بنا پر ذمی کے مقام کے قریب سے گزرنے والے مسلمان اس کو سن لیتے ہیں۔ چونکہ ذمی اس کو خفیہ کرنا چاہتا تھا اس لیے اس میں سرکشی وتمرد کی کمی ہے، اس لیے پہلی دفعہ میں اس کو قتل نہ کیا جائے گا بلکہ اس کو تنبیہ کی جائے گی کہ آئندہ نہ کرنا ورنہ تم قتل کر دیے جاؤ گے۔ اس تنبیہ کے بعد بھی پھر دوبارہ اس نا قص خفیہ طریقے سے توہین رسالت کرے تو اس کی سرکشی ثابت ہونے میں کچھ کمی نہیں رہی اور وہ سزائے قتل کا مستحق بن گیا۔

<u>دو دفعہ کے ہونے سے تکرار ثابت ہوتی ہے:</u>

ولا يحد عند الإمام إلا إذا تكرر فيقتل علىٰ المفتى به... قال البيرى والظاهر أنه يقتل في المرة الثانية لصدق التكرار عليه[1]

"پاخانے کی جگہ میں وطی کرنے کے مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ دوبارہ ایسا کرے تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق اس کو قتل کیا جائے گا.... علامہ بیری کہتے ہیں کہ ظاہر بات یہ ہے کہ دوسری مرتبہ میں اس کو قتل کیا جائے گا کیونکہ دو دفعہ پر تکرار کا معنی صادق آتا ہے۔"

ذمّی نبی ﷺ پر سبّ وشتم کرے تو اس کی تعزیر میں اصل قتل ہے!

اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں جو عمار خان صاحب ہی کے ذکر کردہ ہیں:

۱ رد المحتار: ۳/ ۱۷۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مستند روایات سے ثابت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی سزا موت بیان فرمائی۔ تاہم ان کے فیصلوں سے واضح ہے کہ وہ اسے حد نہیں سمجھتے، چنانچہ نبی ﷺ کی وفات پر بعض خواتین نے خوشی کے اظہار کے لیے دف بجائے تو سیدنا ابو بکرؓ نے صرف اُن کے ہاتھ کٹوا دیئے۔ اسی طرح ان کے عہد میں مہاجر بن ابی اُمیہ کے سامنے ایک عورت کو پیش کیا گیا جس نے نبی ﷺ کے بارے میں ہجویہ اشعار گائے تھے۔ اُنہوں نے اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا اور ایک دانت اُکھاڑ دیا۔ سیدنا ابو بکر کو خبر ملی تو انہوں نے کہا کہ اگر تم یہ فیصلہ نافذ نہ کر چکے ہوتے تو میں تمہیں اس عورت کو قتل کرنے کا حکم دیتا کیونکہ انبیا کی توہین کی سزا عام سزاؤں کی طرح نہیں ہے۔[1]

② امام موسیٰ کاظم روایت کرتے ہیں کہ مدینہ کے عامل زیاد بن عبید اللہ کے دور میں اس نوعیت کا ایک واقعہ پیش آیا اور اس نے مدینہ کے فقہا سے رائے طلب کی تو... امام جعفر صادق نے کہا کہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کے مابین فرق ہونا چاہئے چنانچہ ان کی رائے کے مطابق مجرم کو قتل کر دیا گیا۔[2]

مذکورہ بالا دونوں حوالوں میں دلیل یہ ضابطہ ہے کہ توہین رسالت کی سزا توہین صحابہ سے زیادہ ہونی چاہیے۔ توہین صحابہ کی سزا قتل سے کمتر ہے تو توہین رسالت کی سزا قتل ہونی چاہیے۔

③ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کی لونڈی جو اس کے بچوں کی ماں بھی تھی، نبی ﷺ کو برا بھلا کہتی اور آپ کی توہین کیا کرتی تھی اور اپنے مالک کے منع کرنے اور ڈانٹ ڈپٹ کے باوجود اس سے باز نہیں آتی تھی۔ ایک دن اسی بات پر اس نے اشتعال میں آکر اسے قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے علم میں یہ بات آئی تو آپ نے اس کو بلا کر پوچھ گچھ کی اور پھر اس کی وضاحت سننے کے بعد فرمایا کہ «ألا اشهدوا أن دمها هدر» یعنی گواہ رہو کہ اس عورت کا خون رائیگاں ہے۔[3]

---

١ توہین رسالت کا مسئلہ: ص ۹۱
٢ توہین رسالت کا مسئلہ: ص ۴۴
٣ ایضاً: ص ۱۰، ۱۱

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ عمیر بن اُمیہ کی بہن مشرک تھی اور اس نے نبی ﷺ کی ذاتِ گرامی کے بارے میں سب و شتم کرکے عمیر کو اذیت پہنچانے کو ایک وتیرہ بنا رکھا تھا۔ اس کے اس رویے سے تنگ آکر ایک دن عمیر نے اسے قتل کر دیا...... نبی ﷺ نے صورتِ حال معلوم ہونے کے بعد اس عورت کے خون کو رائیگاں قرار دے دیا۔[1]

اگر ذمی کے سب و شتم پر تعزیر میں اصل سزا قتل کی نہ ہوتی تو احتمال تھا کہ مذکورہ بالا دو واقعات میں قاتلین سے باز پرس ہوتی اور ان سے کہا جاتا کہ تم کچھ اور صبر کرتے یا کچھ ہلکی سزا دیتے شاید کہ اُن کو توفیق ہوتی اور وہ مسلمان ہو جاتیں اور تمہارا ان کو قتل کرنا حکمت و مصلحت کے خلاف تھا۔ لیکن جب آپ ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ ان کے اقدام قتل کو روا رکھا تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کی سزا قتل ہی بنتی تھی جو کہ دی گئی۔

⑤ حضرت عبد اللہ بن عمر کے پاس ایک راہب کو لایا گیا اور اُنہیں بتایا گیا کہ یہ نبی ﷺ کو برا بھلا کہتا ہے۔ ابن عمر نے کہا کہ اگر میں اس کی زبان سے سن لیتا تو اسے قتل کر دیتا۔[2]

مذکورہ بالا واقعات سے دو باتیں سامنے آئیں :

رسول اللہ ﷺ پر سبّ و شتم کرنے والے ذمی کی تعزیر میں اصل قتل ہے۔ اگر کسی نے اس کو موت سے کمتر سزا دی تو چونکہ قتل بھی تعزیر کے طور پر ہے، اس لیے جب ایک دفعہ کمتر تعزیر کر دی گئی تو اب دوبارہ اس کو تعزیر نہ کریں گے۔

تعزیر کا اجرا جیسے حکومت کر سکتی ہے، اسی طرح کوئی دوسرا بھی کرے تو جائز ہے۔

تعزیر کون کر سکتا ہے؟

یاد رہے کہ عمار خان صاحب کا موقف ہے کہ تعزیر صرف حکومت کر سکتی ہے۔ عمار خان صاحب نے ہماری ذکر کردہ دوسری بات کے برعکس اپنی کتاب میں ایک پورا باب باندھا ہے اور اس کا عنوان رکھا ہے: سزا کے نفاذ کا اختیار[3]

عمار خان اس میں مولانا سرفراز خان کی کتاب ذخیرۃ الجنان کا یہ اقتباس نقل کیا:

---

1 توہین رسالت کا مسئلہ: ص ۱۱
2 توہین رسالت کا مسئلہ: ص ۲۲
3 ایضاً: ص ۹۱۔۱۰۳

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"حدود و تعزیرات کے جتنے بھی احکام ہیں یہ افراد کے لیے نہیں ہیں... عام آدمی میں کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ چور کو پکڑ کر اُس کے ہاتھ کاٹ دے۔ غیر شادی شدہ مرد و عورت زنا کریں تو اُن کو کوڑے مارنے کا حکم قرآن میں مذکور ہے، مگر حکومت کے بغیر کسی کو حق نہیں کہ وہ کوڑے مارے، یہ حکومت کا کام ہے۔ اسی طرح یہود و نصاریٰ اور دیگر کافروں سے لڑنا انفرادی کام نہیں ہے، یہ اجتماعی طور پر حکومت کا کام ہے... تمہیں زبان سے سمجھانے کا حق ہے۔"

"اگر تمہیں اللہ تعالیٰ نے ہاتھ سے روکنے کی طاقت عطا فرمائی ہے، تمہارے پاس کوئی منصب ہے تو روکو کیونکہ ہاتھ سے تو حکمران ہی روک سکتے ہیں، عام آدمی تو ہاتھ سے نہیں روک سکتا..."[1]

اس اقتباس کے بعد عمار صاحب لکھتے ہیں:

"اس اُصول کے مطابق توہین رسالت کی سزا کے نفاذ پر بھی وہ تمام قیود و شرائط لاگو ہوتے ہیں جن کا اطلاق دوسری شرعی سزاؤں (یعنی حدود و قصاص) پر ہوتا ہے۔ چنانچہ کوئی شخص یا گروہ اپنی انفرادی حیثیت میں توہین رسالت کے مجرم کے لیے سزا کا اعلان کرنے یا اُسے سزا دینے کا مجاز نہیں ہے اور دوسرے تمام جرائم کی طرح یہاں بھی جرم کے اثبات اور مجرم کو سزا دینے کے لیے باقاعدہ عدالتی کارروائی ضروری ہے۔"[2]

پیچھے ذکر کردہ بعض واقعات سے مختلف تاثر سامنے آتا ہے، اس لیے عمار صاحب ان کی توجیہ کرتے ہیں:

"ان واقعات میں جن مخصوص پہلوؤں کو اس رعایت کا موجب کہا جا سکتا ہے وہ تین ہیں: ایک تو یہ کہ یہاں جرم کے تحقق اور ثبوت کے معاملے میں کوئی خفا یا شبہ نہیں تھا۔ روایت میں جس اُسلوب سے ان کا جرم بیان کیا گیا ہے اس سے واضح ہے کہ ان کا یہ طرزِ عمل عمومی طور پر معلوم و معروف تھا یعنی ایسا نہیں تھا کہ جرم کا افشا یا اس کا ثبوت محض قاتل کے بیان پر منحصر تھا اور اس کے علاوہ اس کا کوئی ثبوت

---

١ توہین رسالت کا مسئلہ: ص ۹۷،۹۸
٢ ایضاً: ص ۹۸

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میسر نہیں تھا۔ دوسرے یہ کہ اُن میں جرم کو ایک معمول اور عادت بنا لینے والے مجرموں کا ذکر ہوا ہے جو جان بوجھ کر اور قصداً اشتعال پیدا کر رہے تھے اور مسلسل تنبیہ کے باوجود ایسا کرنے سے باز نہیں آ رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک غیر معمولی صورتِ حال ہے۔

تیسرے یہ کہ یہاں جن افراد نے مجرموں کو قتل کیا تھا، اُنہوں نے غیر معمولی جذبۂ ایمانی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے عزیز ترین قرابت داروں کو پیغمبر ﷺ کی حرمت وناموس پر قربان کر دیا تھا۔"[1]

ان تینوں وجوہ کو سامنے رکھا جائے تو واضح ہو گا کہ جرم کی سنگین نوعیت اور اس کے وقوع کے بالکل قطعی اور یقینی ہونے کی وجہ سے یہاں مجرم اُصولی طور پر مباح الدم ہو چکے تھے اور اس کے بعد اگر کسی نے اُنہیں قتل کر دیا تو زیادہ سے زیادہ اسے کوئی تعزیری اور تادیبی سزا دی جا سکتی تھی لیکن چونکہ جان لینے والے افراد نے یہ قدم نبی ﷺ کی محبت میں اُٹھایا تھا اور اس کے لیے بہن اور بیوی جیسے رشتوں تک کو قربان کر دیا تھا، اس لیے اُن کی اس غیر معمولی غیرت و حمیت کے پیش نظر نبی ﷺ نے اُنہیں اپنے دائرۂ اختیار سے تجاوز پر کوئی سزا دینا مناسب نہیں سمجھا۔ چنانچہ ان واقعات سے اگر کوئی قانونی نکتہ اخذ کیا جا سکتا ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ اگر مقتول کا جرم ثابت ہو اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے واقعتاً قتل کی سزا کا مستوجب ہو تو قاتل کو مخصوص صورتحال کی رعایت سے سزا سے بری کیا جا سکتا ہے۔ اس سے یہ کسی طرح اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ کسی بھی شخص کو قانون اور عدالت سے ماورا ایسے قضیے خود نمٹانے کی اجازت حاصل ہے۔"[2]

ہم کہتے ہیں کہ تعزیر صرف حاکم ہی نہیں، کوئی دوسرا بھی مجرم کو ارتکابِ جرم کی حالت میں نہی عن المنکر کے طور پر کر سکتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

① علامہ ابن عابدین نے حد اور تعزیر کے درمیان فرق کرتے ہوئے جو نکات ذکر کیے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے:

وزاد بعض المتأخرين أن الحد مختص بالإمام والتعزير يفعله

۱ توہین رسالت کا مسئلہ: ص ۱۰۱، ۱۰۲
۲ ایضاً: ص ۱۰۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الزوج والمولى و كل من رأى أحدًا يباشر المعصية[1]

"بعض متاخرین نے حد اور تعزیر کے درمیان اس فرق کا اضافہ کیا ہے کہ حد کا اجرا صرف حکومت ہی کر سکتی ہے جب کہ تعزیر کو شوہر، مالک اور ہر وہ شخص جاری کر سکتا ہے جو کسی کو برائی کا ارتکاب کرتے دیکھے (یہ حنفیہ کے یہاں اس پر محمول نہیں ہے کہ حاکم نے شوہر و مالک کو تعزیر کرنے کا اختیار دیا ہو بلکہ یہ نہی عن المنکر پر محمول ہے۔)

② علامہ ابن عابدین مزید لکھتے ہیں:

لو رأى رجلا يزني بامرأته أو امرأة آخر وهو محصن فصاح به فلم يهرب ولم يمتنع عن الزنا حلّ له قتله ولا قصاص عليه[2]

"زید نے اگر ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اس کی بیوی کے ساتھ یا کسی اور کی عورت کے ساتھ زنا کر رہا ہے حالانکہ وہ محصن ہے اور زید نے اُس کو للکارا لیکن مجرم نہ تو بھاگا اور نہ زنا کرنے سے باز آیا تو زید اس کو قتل کر سکتا ہے اور زید پر قصاص نہ ہو گا۔"

تنبيه: قال في النهر و رده ابن وهبان بأنه ليس من الحد بل من الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر[3]

"محصن ہونے کی شرط کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ قتل زنا کی حد کے طور پر نہیں ہے بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے طور پر ہے۔"

③ علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں:

رجل رأى رجلا مع امرأته يزني بها أو يقبلها أو يضمها إلىٰ نفسه وهي مطاوعة فقتله أو قتلها لاضمان عليه ولا يحرم من ميراثها إن أثبته بالبينة أو بالإقرار. ولو رأى رجلا مع امرأته في مفازة خالية أو رآه مع محارمه هٰكذا ولم ير منه الزنا ودواعيه قال بعض المشائخ حل قتلها وقال بعضهم: لا يحل حتى يرى منه العمل أى الزنا ودواعيه[4]

1. رد المحتار، کتاب الحدود، باب التعزیر
2. رد المحتار: ۳/۱۹۷
3. رد المحتار: کتاب الحدود، باب التعزیر
4. رد المحتار: ۳/۱۹۷

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"زید نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اس (یعنی زید) کی بیوی کے ساتھ زنا کر رہا ہے یا اس کا بوسہ لے رہا ہے یا اُس کو اپنے ساتھ چمٹائے ہوئے ہے اور عورت اس پر راضی ہے تو زید اس شخص کو قتل کر سکتا ہے اور دونوں کو بھی قتل کر سکتا ہے اور زید پر کچھ تاوان نہ آئے گا اور نہ ہی وہ اپنی بیوی کی میراث سے محروم ہو گا جب کہ وہ اس واقعہ کے ثبوت پیش کر دے یا مجرم کا اقرار ثابت کر دے (اقرار کی صورت یہ ہے کہ مجرم پہلے بھی ایسی حرکت کر چکا ہو اور کچھ لوگوں کے سامنے اقرار کر چکا ہو لیکن زید کے مشاہدہ میں نہ آیا ہو۔) اور اگر زید نے ایک ویران جنگل میں ایک شخص کے ساتھ اپنی بیوی یا اپنی کسی محرم کو دیکھا لیکن ان کو زنا یا دواعی زنا کرتے نہ دیکھا تو بعض مشائخ کا کہنا ہے کہ زید اُن دونوں کو قتل کر سکتا ہے جب کہ دوسروں کا کہنا ہے کہ جب تک زید ان کو زنا یا دواعی زنا میں مبتلا نہ پائے ان کو قتل نہیں کر سکتا۔"

علامہ حصکفی درّ مختار میں لکھتے ہیں:

وعلىٰ هذا القياس المكابر بالظلم وقطاع الطريق وصاحب المكس وجميع الظلمة بأدنى شيء له قيمة وجميع الكبائر والأعونة والسعاة يباح قتل الكل و يُثاب قاتلهم[1]

"بدکاری کی مذکورہ صورت پر قتل کرنے کی مثل ان لوگوں کو قتل کرنا بھی ہے جو زور وزبردستی کی وجہ سے ظلم کرتے ہوں اور جو رہزنی کرتے ہوں اور جو زبردستی کا ٹیکس وصول کرتے ہوں اور جو ذرا سی قیمت والی چیزوں کی وجہ سے ظلم کرتے ہوں اور جو کبائر کے مرتکب ہوں اور جو حکمرانوں کے پاس جا کر لوگوں کی جھوٹی سچی چغلیاں کرتے ہوں اور جو زمین میں فساد پھیلاتے ہوں۔ ان کا قتل مباح ہے اور قاتل کو اس پر ثواب ملتا ہے۔"

اوپر کے واقعات میں جس شخص نے توہین رسالت پر اپنی بہن یا باندی کو قتل کیا، عمار صاحب کے ذکر کردہ ضابطہ کے مطابق کہ تعزیر کا حق صرف حاکم کو ہے، خود ان کے خلاف بہت کچھ کلام ہو سکتا ہے مثلاً:

① ان قاتلین کے بارے میں نبی ﷺ سے یہ منقول نہیں کہ آپ ﷺ نے ان کو قتل

1 کتاب الحدود، باب التعزیر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے سے پہلے آپ سے رجوع نہ کرنے پر کوئی تنبیہ کی ہو۔

② عمار صاحب کی کتاب کے ص ۱۰۱ پر مذکور باندی اور بہن کے واقعات میں ایسی کوئی بات نہیں ملتی جو اس پر دلیل ہو کہ مجرم عورت علانیہ سبّ و شتم کرتی تھی۔

③ ان دو حضرات نے مشتعل ہو کر قتل کیا حالانکہ سبّ و شتم کا واقعہ پہلی مرتبہ کا نہیں تھا اور وہ حضرات نبی ﷺ کی خدمت میں آکر پہلے آپ سے اس کا تذکرہ کر سکتے تھے۔ قوی احتمال ہے کہ آپ ﷺ ان کو کوئی مناسب مشورہ دیتے جس سے ان مقتولین کی دنیا و آخرت دونوں بن جاتیں۔ صرف ایک عصماء بنت مروان جو بنو خطمہ کی عورت تھی اس کے بارے میں ہے کہ وہ انتہائی توہین آمیز اشعار کہتی تھی اور نبی ﷺ کی ذات اور اسلام پر طعنہ زنی کرتی تھی اور لوگوں کو آپ کے خلاف بھڑکاتی تھی۔ اس کو عمیر بن عدی نے قتل کر دیا تھا جو اُسی کی قوم میں سے تھے۔

اس کے برعکس عمار خان صاحب کہتے ہیں کہ ان مقتول عورتوں کا طرزِ عمل معلوم و معروف تھا یعنی پبلک میں علانیہ تھا اور جرم کو عادت بنالیا تھا اور منع کرنے کے باوجود باز نہیں آئیں، اس سے وہ مباح الدم ہو چکی تھیں اور ایک غیر معمولی صورتحال بن چکی تھی۔ ان حضرات کا ان عورتوں کو خود قتل کرنا ضابطہ کی رو سے تو جائز نہیں تھا لیکن مباح الدم ہونے کی وجہ سے اور اس قرینہ سے کہ مقتول عورتیں قاتلوں کے تعلق والی اور رشتہ دار تھیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کو ماورائے عدالت کارروائی کرنے پر کوئی سزا نہیں دی۔

لیکن دوسری طرف خود عمار خان صاحب نے چند اور ایسے واقعات ذکر کئے ہیں جو ان کے فلسفہ اور فکر سے مطابقت نہیں رکھتے مثلاً:

① عرفہ بن حارث کندی کے پاس سے ایک نصرانی گذرا۔ اُنہوں نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اُس نے غصے میں آکر رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کر دی۔ اس پر عرفہ نے زور سے مکہ مار کر اس کی ناک توڑ دی۔ معاملہ عمرو بن العاص کے سامنے پیش کیا گیا تو اُنہوں نے عرفہ سے کہا کہ ہم نے تو ان کے ساتھ معاہدہ کیا ہوا ہے۔ عرفہ نے کہا کہ اس بات سے اللہ کی پناہ کہ ہم نے ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی شان میں کھلم کھلا گستاخی کی اجازت دینے پر معاہدہ کیا ہو۔ عمرو بن العاص نے بھی ان کی بات سے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتفاق کیا۔[1]

اس قصہ میں عرفہ بن حارث نے ماورائے عدالت مجرم کو مکا مار کر اس کی ناک توڑ دی۔ اس وقت اس جگہ کے حاکم عمرو بن عاص کے پاس جب مقدمہ لایا گیا تو اُنہوں نے عرفہ کو یہ نہیں کہا کہ تم نے از خود یہ اقدام کیوں کیا۔ اب جو تم اس کو میرے پاس لائے ہو، پہلے کیوں نہیں لائے تھے۔

② ایک موقع پر ابن یامین نضری نے محمد بن مسلمہ کے سامنے سیدنا معاویہ (اور ایک روایت کے مطابق مروان بن الحکم) کی مجلس میں یہ کہہ دیا کہ یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر کے سردار کعب بن اشرف کو بد عہدی کرتے ہوئے قتل کیا گیا تھا۔ اس پر محمد بن مسلمہ نے (جنہوں نے نبی ﷺ کے کہنے پر کعب بن اشرف کو قتل کیا تھا) سیدنا معاویہ یا مروان بن الحکم سے کہا کہ آپ کی مجلس میں نبی ﷺ کی طرف بد عہدی کرنے کی نسبت کی جارہی ہے اور آپ اس پر کوئی انکار نہیں کر رہے۔ پھر انہوں نے ابن یامین کو دھمکی دی کہ میں تمہارے ساتھ کسی مجلس میں نہیں بیٹھوں گا اور اگر کہیں تم مجھے تنہا مل گئے تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ اس کے بعد ایک موقع پر ابن یامین ان کے قابو میں آگیا تو اُنہوں نے چھڑیوں سے اس کی خوب پٹائی کی اور کہا کہ میرے پاس اس وقت تلوار ہوتی تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔[2]

اس واقعہ میں حاکم کی مجلس میں محمد بن مسلمہ نے معاملہ کو حاکم پر نہیں چھوڑا حالانکہ ہو سکتا ہے کہ حاکم نے توجہ دلائے جانے کے باوجود اس لیے تعزیر نہ کی ہو کہ اس میں کوئی مصلحت سمجھی ہو۔ محمد بن مسلمہ نے یہ دیکھ کر کہ قابل تعزیر فعل پر حاکم نے کچھ بھی تعزیر نہیں کی، نہ جسمانی نہ کلامی (یعنی ڈانٹ ڈپٹ) تو انہوں نے حاکم کی مجلس ہی میں اسے قتل کرنے کی دھمکی دی اور بعد میں موقع پانے پر اس کی خوب پٹائی کی۔ اور ساتھ میں یہ بھی کہا (کہ چونکہ توہین کی تعزیر میں اصل قتل ہے، اس لیے) میرے پاس اس وقت تلوار ہوتی تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔ حاکم نے ان پر کوئی نکیر نہیں کی اور نہ ہی ان کے خلاف توہین عدالت کا

1 توہین رسالت کا مسئلہ: ص ۲۳
2 توہین رسالت کا مسئلہ: ص ۲۳، ۲۴

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ لگایا جس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ حاکم کو بھی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اس نے قابل تعزیر فعل پر کچھ تعزیر نہ کر کے غلطی کی تھی جو کہ حضرت معاویہؓ کے حاکم ہونے کی صورت میں اجتہادی تھی کیونکہ وہ فقیہ تھے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ کوئی ذمی رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرے تو امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک تو وہ واجب القتل ہے ہی الا یہ کہ وہ اسلام قبول کر لے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک بھی وہ واجب التعزیر ہے اور تعزیر میں بھی فوقیت قتل کو ہے۔ البتہ اگر کوئی حاکم اس کو کم سزا دے تو اس کا بھی تحمل کیا جائے گا بشرطیکہ مجرم نے اعلانیہ گستاخی نہ کی ہو، چھپا کر کی ہو۔

تعزیر کرنے کا حق عدالت کو تو ہے ہی، کوئی اور بھی اگر مجرم کو تعزیر میں قتل کر دے تو یہ بھی جائز ہے بلکہ جب مسلمانوں کی حکومت اور عدالت سزا دینا تو درکنار مجرم کی، کافروں کی اور بددینوں کی پشت پناہی کر رہی ہوں تو اس وقت عام لوگ اگر توہین رسالت کے واقعی مجرم کو خود قتل کر دیں تو یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ نہی عن المنکر کے تحت ثواب کا کام بھی ہے جیسا کہ محمد بن مسلمہ اور ابن یامین نضری کے قصہ سے معلوم ہوا۔

یہاں کوئی یہ اعتراض کرے کہ نہی عن المنکر کے طور پر کوئی دوسرا جرم کے ارتکاب کی حالت میں ہی تعزیر کر سکتا ہے بعد میں نہیں تو محمد بن مسلمہ نے بعد میں کیسے کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ محمد بن مسلمہ نے ابن یامین کی بات کو توہین رسالت پر محمول کیا اور وہ واجب التعزیر فعل تھا۔ جب حاکم نے اس کو تعزیر نہ کی تو محمد بن مسلمہ نے خود تعزیر کی۔ غرض یہ تھی کہ توہین رسالت کا جرم تعزیر سے خالی نہ رہنا چاہیے۔

تنبیہ ۱: یہاں یہ نکتہ اُٹھایا جا سکتا ہے کہ اس طرح سے کوئی توہین رسالت کے قانون کو غلط استعمال کر سکتا ہے اور کسی سے اپنی دشمنی نکال کر یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ مقتول نے اس کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی جس سے مشتعل ہو کر اس نے مجرم کو قتل کر دیا یا کچھ لوگوں نے شور مچا دیا کہ فلاں نے توہین رسالت کا ارتکاب کیا ہے اور قاتل نے لوگوں کو سچا سمجھ کر بلا تحقیق اس کو قتل کر دیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے یہ نہیں کہا کہ جو کوئی مقتول یا مضروب کے خلاف توہین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسالت کا دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ ضرور سچا ہو گا بلکہ تحقیق کی جائے گی اور اگر ثابت ہو کہ قاتل یا ضارب کا دعویٰ جھوٹا تھا اور اُس نے اس قانون کی آڑ میں اپنی دشمنی نکالی ہے تو اس کو اس کے مطابق سزا دی جائے گی۔ بہن اور باندی کے قتل کے جو قصے گذرے ان میں بھی ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قاتلین سے تحقیق کی تھی۔ علاوہ ازیں یہ بھی ضروری ہے کہ جو واقعی مجرم ہے اس کو سزا دینے میں حکومت اور عدالت لیت و لعل سے کام نہ لے تاکہ لوگ ان سے مایوس ہو کر از خود قتل کا اقدام نہ کرنے لگیں۔

تنبیہ ۲: توہین رسالت پر سزائے قتل کے قانون کو کسی مسلمان کا برا کہنا اس کو بھی توہین رسالت لازم ہے کیونکہ جس قانون کی بنیاد شرعی دلیل ہو اور اس سے لوگوں کو زجر ہو اور جس پر رسول اللہ ﷺ نے عمل کرایا ہو اور صحابہ نے عمل کیا ہو، اس کی توہین کرنا ایک تو شریعت کے حکم و قانون کی توہین کرنا ہے جو خود کفر کی بات ہے اور دوسرے یہ کہنے کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ کہنے والا توہین رسالت کے سدباب کو پسند نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ صاحبِ رسالت کی شان میں لوگوں کو جو وہ چاہیں کہنے کی آزادی ہو۔ یہ بھی ایک بڑی خرابی ہے اور اس کی اجازت نہ کسی مسلمان کو ہے نہ کسی کافر کو۔

عمار خان صاحب کے استدلال کا جواب: عمار خان نے اپنے مدعا یعنی سزا کے نفاذ کا اختیار حاکم تک محدود کرنے میں مندرجہ ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

"جب زنا کا جرم ثابت کرنے کے لیے چار گواہ پیش کرنے کا قانون نازل ہوا تو سعد بن عبادہ نے کہا کہ میں تو اگر اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو دیکھوں گا تو سیدھی تلوار کے ساتھ وار کر کے اس کا کام تمام کر دوں گا۔ یہ تبصرہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچا تو آپ نے فرمایا: تم سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو، بخدا میں سعد سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہے۔ اس نے غیرت ہی کی وجہ سے بے حیائی کے کھلے اور چھپے کاموں کو حرام کیا ہے، لیکن بات یہ ہے اللہ سے بڑھ کر کسی کو یہ بات پسند نہیں کہ مجرم کو صفائی پیش کرنے کا موقع دیا جائے۔"[1]

جواب: اس حدیث کی متعدد صورتیں بن سکتی ہیں:

1 توہین رسالت کا مسئلہ: ص:۹۲

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① اجنبی مرد و عورت دونوں قریب بیٹھے ہوں یا کھڑے ہوں لیکن کوئی ناجائز حرکت میں مبتلا نہ ہوں۔ ایسی صورت میں مرد و عورت کو اپنا عذر پیش کرنے کا موقع ملنا چاہیے اور شوہر کو چاہیے کہ وہ پاس پڑوس سے مدد لے کر غیر مرد کو پکڑ کر عدالت میں لے جائے یا حاکم کے پاس پیش کرے۔ دوسرے لفظوں میں وہ ان کو تھانے میں پیش کرے۔ اس کی وجہ یہ احتمال ہے کہ مجرم نے عورت کو مجبور کیا ہو۔

② دونوں قابل اعتراض حالت میں ہوں یعنی جماع کی حالت میں ہوں یا مرد عورت کو اپنے ساتھ چمٹائے ہوئے ہو اور عورت مزاحمت نہ کر رہی بلکہ اس کی مرضی معلوم ہوتی ہو تو اگر یہ ممکن ہو کہ شوہر اس وقت میں گواہ بنالے تب تو خود قتل نہ کرے بلکہ ان کو پکڑ کر عدالت میں پیش کرے اور گواہ گواہی دیں۔

③ اگر شوہر کو خیال ہو کہ جتنی دیر میں وہ گواہ لائے گا اتنی دیر میں مرد مجرم بھاگ چکا ہو گا اور وہ اپنی غیرت کی وجہ سے یا نہی عن المنکر کے جذبے سے دونوں کو قتل کر دے تو عند اللہ وہ مجرم نہ ہو گا بلکہ مستحق ثواب ہو گا لیکن دنیا کی عدالت میں بہر حال اس کو اپنی براءت ثابت کرنے کے لیے گواہ یا دیگر ثبوت پیش کرنے ہوں گے۔ اگر شوہر کے سچے ہونے کے کچھ بھی قرائن نہ ہوں تو شوہر کو قصاص میں قتل کیا جاسکتا ہے یا اس سے دیت لی جاسکتی ہے۔

④ اگر شوہر کی آمد محسوس کر کے مرد کسی طرح سے بھاگ جائے اور عورت موجود ہو تو مرد اس سے لعان کر سکتا ہے۔

عمار خان صاحب کے سابقہ اعتراض کا دوسرا جواب

عمار خان لکھتے ہیں:

”ہمارے ہاں چونکہ ایک خاص جذباتی فضا میں بہت سے حنفی اہل علم بھی فقہ حنفی کے کلاسیکی موقف کو بعض متاخرین کے فتووں کے پیچھے چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔“[1]

جواب: ہم کہتے ہیں کہ اصل حنفی موقف کے دلائل یہ ہیں:

① متقدمین میں سے امام محمد کا قول پیچھے گذرا ہے کہ جو اعلانیہ توہین رسالت کرے، اسے

1 توہین رسالت کا مسئلہ: ص ۵۴

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قتل کیا جائے گا۔

② ہمیں متاخرین کا قول حدیث اور عمار خان کے ذکر کردہ واقعات کے زیادہ موافق نظر آیا اس لیے ہم نے اُس کو اختیار کیا اور اس کو اختیار کرنا اگر بے اُصولی ہوتی تو متاخرین وہ قول ہی نہ کرتے۔

③ متاخرین کا قول ہمیں اپنے زمانے کے حالات کے بھی زیادہ موافق نظر آیا ہے۔

④ خود عمار خان صاحب کی بات سے بھی ان کے اعتراض کا جواب نکلتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"جہاں تک ریاست کی سطح پر قانون سازی کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ قانون ساز ادارے ایک فقہی مکتب فکر کی آرا کے پابند نہیں ہیں۔ ایک اجتہادی مسئلے میں اُنہیں پورا حق حاصل ہے کہ وہ دین و شریعت کی جس تعبیر کو زیادہ درست سمجھیں (خواہ وہ کسی بھی فقہی مکتب کی ہو اور خواہ وہ متقدمین کی ہو یا متاخرین کی ہو... عبدالواحد) اسی پر قانون سازی کی بنیاد رکھیں لیکن اس کی وجہ سے نہ تو علمی دائرے میں بحث و مباحثہ پر کوئی قدغن عائد کی جاسکتی ہے اور نہ اس امکان کا دروازہ بند کیا جاسکتا ہے کہ اگر غور و فکر اور بحث و مباحثہ کے نتیجے میں قانون ساز ادارے کسی دوسری تعبیر کی صحت پر مطمئن ہو جائیں تو پھر وہ اسے قانون کا درجہ دے دیں۔"[1]

قانون سازی کے کیا اُصول ہیں؟ اس وقت ہماری گفتگو کا یہ موضوع نہیں ہے۔ لیکن عمار خان صاحب قانون سازی سے متعلق اپنے ذکر کردہ اُصول (یعنی یہ کہ قانون ساز ادارے ایک فقہی مکتب فکر کی آرا کے پابند نہیں ہیں) کے برخلاف اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے موجودہ حنفی اہل علم کو جمود و تعصب کا سبق پڑھا رہے ہیں کہ تم تو حنفی ہو اور اصلی حنفیت کلاسیکی حنفیت ہے متاخرین کی نہیں لہٰذا تم پر لازم ہے کہ تم اس مسئلے میں کلاسیکی حنفیت پر جمے رہو (امام محمد اگرچہ کلاسیکی فقہاء میں سے ہیں لیکن نہ جانے عمار خان صاحب ان کے قول کو کیوں بھول جاتے ہیں..... عبدالواحد) اور اس سے کچھ انحراف نہ کرو اور متاخرین کے فتووں کی طرف مت جاؤ۔ اگر تم نے متاخرین (اور ائمہ ثلاثہ) کے فتووں کو لیا تو تم نے ان کے پردے میں کلاسیکی حنفیت کو چھپایا اور ان تمام حکمتوں اور مصلحتوں کو قربان کیا جن کی رعایت خود نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کی۔

---

1 توہین رسالت کا مسئلہ: ص۸۹

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمار خان صاحب سے متعلق دو باتیں

پہلی بات: عمار صاحب نے یہ کتاب کافروں اور دین بیزار لوگوں کے لیے لکھی ہے۔ جب جمہوری اُصولوں کے مطابق ایک مسلمان ملک کے مسلمان باشندوں کو بھی اپنے مذہبی جذبات کے تحفظ کے لیے قانون بنانے کا حق حاصل ہے اور مذہبی حقوق کی خلاف ورزی کو جرم قرار دے کر اس کے سدباب کے لیے ان کا سزائے موت مقرر کرنا ہر لحاظ سے جمہوری اُصولوں کے مطابق ہے اور اس سزا کی بہرحال شرعی بنیادیں بھی موجود ہیں اور حالات میں کوئی ایسی تبدیلی بھی نہیں آئی جو خود کسی ترمیم کا تقاضا کرتی ہو اور نہ ملک کے مذہبی وابستگی رکھنے والوں کی طرف سے کسی ترمیم کا مطالبہ ہوا ہو تو عمار خان صاحب ان حالات میں اپنی تحقیق کیوں لائے ہیں؟ یہ ظاہر ہے کہ ملک کے جمہور مسلمانوں کو ان کی تحقیق کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ تو حسبِ حال قانون بنا چکے تھے اور اس پر وہ مطمئن بھی تھے۔ پھر ہم ان کی کتاب کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ جمہور مسلمانوں میں انتشار پیدا کرتی ہے اور موجودہ حالات میں اس کا فائدہ صرف کافروں کو اور دین سے بے زار لوگوں کو ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ عمار خان صاحب کی یہ کتاب جب صرف کافروں اور دین سے بے زار لوگوں کو مفید ہے تو یہ حقیقتاً ان ہی کی خاطر لکھی گئی ہے۔

دوسری بات: عمار خاں ناصر کی حقیقت یہ ہے کہ عمار خان صاحب اس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں جن کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ وہ دیکھیں گے کہ وہی معمول کی باتیں کرتے رہو تو لوگوں کی خاطر خواہ توجہ نہیں ملتی لہٰذا کوئی نئی بات کرو جس سے لوگ متوجہ ہوں اور سمجھیں کہ اصل علم ان کے پاس ہے (دوسرے تو دقیانوسی لوگ ہیں جن کو اس ترقی یافتہ دور میں زندہ رہنے کا حق ہی نہیں اور اگر رہیں تو ذلیل وعاجز ہو کر رہیں۔)

تنبیہ: رہی یہ بات کہ عمار صاحب کی یہ تحریک آئندہ کے غور و فکر میں اور آئندہ کی قانون سازی میں مفید ہو گی تو اوّل تو عمار خان کی ساری تحریک و تبلیغ کا مدار ابن عابدین کی ترجیح پر ہے حالانکہ ابن عابدین کو یہاں ابن تیمیہ کی عبارت سے مغالطہ ہوا ہے۔ جیسا کہ ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کا یہ موقف ایسا نہیں ہے جس سے اہل علم بے خبر ہوں۔ ابن عابدین کا رسالہ جو اس بارے میں ہے وہ ہر دور میں چھپتا ہی رہا ہے اور اہل علم کے مطالعہ میں رہتا ہی ہے۔ [مکمل مضمون کے لئے مفتی صاحب موصوف یا ادارہ محدث میں رابطہ کریں]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ